جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آل عمران

(۱۸)

(گزشتہ سے پیوستہ)

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ، لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ، ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ، لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ، قَالَ: ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ إِصْرِيْ؟ قَالُوْٓا: أَقْرَرْنَا، قَالَ: فَاشْهَدُوْا، وَأَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ، فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

اور اِنھیں یاد دلاؤ، جب اللہ نے نبیوں کے بارے میں اِن سے عہد لیا تھا کہ میں نے جو شریعت اور حکمت تمھیں عطا فرمائی ہے، پھر تمھارے پاس کوئی رسول[۱۵۱] اُس کی تصدیق کرتے ہوئے آئے جو تمھارے پاس موجود ہے تو تم اُس پر ایمان لاؤ گے اور اُس کی مدد کرو گے۔ (اِس کے بعد) پوچھا: کیا تم نے اقرار کیا اور اِس پر میرے عہد کی ذمہ داری اٹھالی ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم نے اقرار کیا تو فرمایا کہ گواہ رہو اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہ ہوں۔ (فرمایا کہ) پھر اس کے بعد جو (اِس عہد سے) پھریں گے تو وہی نافرمان ہیں[۱۵۲]۔ ۸۱-۸۲

---

[۱۵۱] اس میں لفظ اگرچہ عام ہے، لیکن صاف واضح ہے کہ اشارہ خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے جن کی بعثت سے اس دین کی تصدیق ہوئی جو اس سے پہلے یہود و نصاریٰ کو دیا گیا تھا، لیکن استاذ امام کے

أَفَغَيۡرَ دِيۡنِ اللّٰهِ يَبۡغُوۡنَ، وَلَهٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا
وَّكَرۡهًا، وَّاِلَيۡهِ يُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۳﴾ قُلۡ: اٰمَنَّا بِاللّٰهِ، وَمَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا، وَمَاۤ اُنۡزِلَ
عَلٰۤى اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ، وَمَاۤ اُوۡتِيَ مُوۡسٰى

(یہ پیغمبر اِسی طرح آئے ہیں) تو کیا یہ لوگ (اب) اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کی تلاش میں ہیں، دراں حالیکہ زمین و آسمان میں طوعاً و کرہاً، سب اُسی کے فرماں بردار ہیں اور اُسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔[153] اِن سے کہہ دو کہ ہم نے اللہ کو مانا ہے اور اُس چیز کو مانا ہے جو ہماری طرف نازل کی گئی اور جو ابراہیم،

الفاظ میں یہ ان کی شامت تھی کہ جس نے ان کی تصدیق کی، اس کو انھوں نے جھٹلایا اور جس کی حجت اور شہادت کا بار گراں وہ اتنی مدت تک اٹھائے رہے، جب وہ آیا تو انھوں نے اس کی تکذیب کر دی۔

[۱۵۲] اس جملے کا ایک خاص موقع ہے جو نگاہ میں رہے تو اس کا پورا زور سمجھا جا سکتا ہے۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اپنی تفسیر میں اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے:

''... موسوی شریعت میں یہ قاعدہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس طرح کی ہدایات اترتیں تو حضرت موسیٰ ان کو انفرادی طور پر اپنے صحابہ کو صرف سنا دینے ہی پر اکتفا نہ فرماتے، بلکہ بنی اسرائیل کی پوری جماعت یا کم از کم ان کے تمام سرداروں کو خیمۂ عبادت میں جمع کرتے، تابوت سامنے ہوتا، حضرت موسیٰ وعظ و تذکیر کے بعد خداوند خدا کا حکم سناتے، پھر سب سے اس کی اطاعت کا اقرار لیتے، سب کے اقرار کے بعد لوگوں کو اس کا گواہ رہنے کی تاکید کرتے، اور خدا کو اس پر گواہ ٹھہراتے۔ آخر میں اس حکم کی نافرمانی کے دنیوی و اخروی عواقب و نتائج سے بھی آگاہ فرما دیتے۔ اس طرح گویا اللہ تعالیٰ کا ہر امر و نہی اللہ تعالیٰ اور بنی اسرائیل کے درمیان ایک عہد و میثاق کا درجہ حاصل کر لیتا۔ اب یہ کس قدر عبرت کا مقام ہے کہ جس شریعت کے تحفظ کے لیے یہ جتن کیے گئے، اس کے حاملوں نے اس کے ایک ایک عہد کے پرزے اڑا کے رکھ دیے۔ اس روشنی میں 'فمن تولیٰ بعد ذلك' کے الفاظ پر غور کیجیے تو 'بعد ذلك' کا حقیقی وزن محسوس ہوگا کہ اس کے بعد بھی جو لوگ اپنے عہد سے منہ موڑیں تو ان سے بڑھ کر عہد شکن کون ہوگا؟'' (تدبر قرآن ۲/ ۱۳۵)

[۱۵۳] یہ بانداز استعجاب سوال کیا ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوقات اپنے دائرۂ تکوینی میں اللہ کے دین ہی کی پیروی کر رہی ہیں۔ اس سے نہ دنیا میں کسی کے لیے راہ فرار ہے، نہ مرنے کے بعد۔ یہ اہل کتاب اس بات سے واقف ہیں۔ پھر اس دین فطرت اور دین کائنات کو چھوڑ کر یہ کہاں بھاگنا چاہتے ہیں؟

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ، لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ، وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا، فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ، وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ، وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ، وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ، وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ، وَالْمَلٰٓئِكَةِ، وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا، لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ، وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

اسمٰعیل، اسحٰق اور یعقوب اور اُن کی اولاد کی طرف نازل کی گئی، اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے سب نبیوں کو اُن کے پروردگار کی طرف سے دی گئی۔ ہم اِن میں کوئی فرق نہیں کرتے۔[154] (یہ سب اللہ کے پیغمبر ہیں) اور ہم اُسی کے فرماں بردار ہیں۔[155] (یہی اسلام ہے) اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے گا تو اُس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور قیامت میں وہ نامرادوں میں سے ہوگا۔ (تم اِن کی ہدایت چاہتے ہو)؟ اللہ اُن لوگوں کو ہدایت کس طرح دے گا جو ماننے کے بعد منکر ہو گئے، دراں حالیکہ وہ اِس بات کے گواہ ہیں کہ یہ رسول سچے ہیں[156] اور اُن کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں آ چکی ہیں، اور (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ اِس طرح کے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اِن کی سزا یہ ہے کہ اِن پر اللہ اور (اُس کے) فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔[157] یہ اُسی میں ہمیشہ رہیں گے، نہ اِن کے عذاب میں کمی ہوگی اور نہ اِنھیں مہلت دی جائے گی۔[158]

---

[۱۵۴] یعنی ہم ان کی طرح یہ نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں۔ اللہ تعالیٰ کی کسی ہدایت کو بھی ہم نہ جھٹلاتے ہیں اور نہ اس کی تردید کرتے ہیں، بلکہ بغیر کسی استثنا کے سب پر ایمان رکھتے ہیں۔

[۱۵۵] مطلب یہ ہے کہ ہم اس دین پر ایمان لے آئے ہیں جو پوری کائنات اور تمام انبیا علیہم السلام کا دین ہے۔ یہ اہل کتاب اگر اسے چھوڑ کر اپنے آپ کو شیطان کے حوالے کر دینا چاہتے ہیں تو کریں۔ ہم تو اپنے آپ کو اللہ ہی کے حوالے کرتے ہیں۔

[۱۵۶] یعنی ان کے دل گواہی دیتے ہیں کہ یہ اللہ کے برحق رسول ہیں، لیکن زبانیں اس کے باوجود جھٹلا رہی ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ، وَأَصْلَحُوا، فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٨٩﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ، ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا، لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ، وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿٩٠﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا، وَهُمْ كُفَّارٌ، فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا، وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ، أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ، وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٩١﴾

(اِن میں سے)، البتہ جو اِس کے بعد توبہ اور اصلاح کر لیں، (وہ اِس سے محفوظ رہیں گے)، اِس لیے کہ اللہ بخشنے والا ہے، اُس کی شفقت ابدی ہے۔ (اِس کے برخلاف) جو ماننے کے بعد منکر ہوئے، پھر اپنے اس انکار میں بڑھتے چلے گئے (اور اب موت کو سامنے دیکھ کر توبہ کرنا چاہتے ہیں)، اُن کی توبہ ہرگز قبول نہ ہو گی اور وہی درحقیقت راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ (اِسی طرح) جو منکر ہوئے اور اِسی انکار کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو گئے، وہ اگر (اپنے آپ کو سزا سے بچانے کے لیے) زمین بھر کر سونا بھی فدیے میں دیں تو اُن سے قبول نہ کیا جائے گا۔[159] اُن کے لیے دردناک عذاب ہے اور (وہاں) وہ اپنا کوئی مددگار نہ پائیں گے۔[160] ۸۳۔۹۱

---

[۱۵۷] 'الناس' کے ساتھ اصل میں 'اجمعین' کا لفظ آیا ہے۔ یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ قیامت کے دن نیک و بد، سب ہی ان پر لعنت کریں گے۔ نیکوں کی لعنت تو واضح ہے۔ رہے بد تو وہ اس وجہ سے لعنت کریں گے کہ انھی کے سبب سے گمراہ ہوئے۔

[۱۵۸] اصل میں 'خٰلدین منھا' کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں اشارہ دوزخ کی طرف ہے۔ اگرچہ اس کا ذکر الفاظ میں نہیں ہے، لیکن اس سے پہلے جس لعنت کا ذکر ہے، وہی اس کے لیے قرینہ بن گئی ہے۔ دوسرے لفظوں میں گویا لعنت خود عذاب کی قائم مقام ہو گئی ہے۔

[۱۵۹] یہ اسلوب بیان محض اس بات کی تعبیر کے لیے اختیار کیا ہے کہ ان کی نجات کسی طرح ممکن نہ ہو گی۔ ورنہ آخرت میں نہ کسی کے پاس دینے کے لیے کچھ ہو گا اور نہ آخرت اس قسم کے لین دین کی کوئی جگہ ہے۔

[۱۶۰] مطلب یہ ہے کہ ان کے اسلاف اور بزرگوں کی شفاعت بھی، جس کی یہ توقع رکھتے ہیں، ان کے کام نہ آسکے گی۔ قیامت میں کوئی کسی کا مددگار نہ ہو گا۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ، وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ، فَاِنَّ اللّٰهَ
بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾
كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ، اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ
مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ، قُلْ: فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ، اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾
فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ، فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾

(ان کا یہ رویہ محض اس وجہ سے ہے کہ دین داری کی بعض رسمیں پوری کر دینے کے باعث یہ اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں۔ اِن سے کہہ دو)، تم نیکی کی حقیقت[161] کو ہرگز نہیں پا سکتے، جب تک اُن چیزوں میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو جو تمھیں محبوب ہیں، (اِس پر غور کرو) اور (یاد رکھو کہ) جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے، (اُس کا صلہ تمھیں لازماً ملے گا)، اس لیے کہ اللہ اُسے جانتا ہے۔[162] ۹۲

(انھیں اعتراض ہے کہ یہ پیغمبر تورات کی تصدیق کرتے ہیں تو اِس میں جو چیزیں حرام ہیں، اُن میں سے بعض کو حلال کیوں سمجھتے ہیں؟ کہہ دو کہ) کھانے کی یہ سب چیزیں بنی اسرائیل کے لیے بھی (اِسی طرح) حلال تھیں، سوائے اُن کے جو اسرائیل نے تورات کے نازل ہونے سے پہلے خود اپنے لیے ممنوع ٹھیرا لی تھیں۔[163] کہہ دو کہ لاؤ تورات اور اُس کو پڑھو، اگر تم سچے ہو۔[164] پھر اِس کے بعد بھی جو لوگ اللہ پر جھوٹ

---

[۱۶۱] نیکی کی حقیقت ایفاے عہد اور اداے حقوق و فرائض ہے۔ چنانچہ اصل میں لفظ 'البر' استعمال ہوا ہے جس کی روح یہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نیکی کی حقیقت پانا چاہتے ہو تو ان چیزوں کا اہتمام کرو۔ یہ محض دین داری کی چند رسمیں پوری کر دینے اور چند ظواہر کو اختیار کر لینے سے نہیں ملتی۔

[۱۶۲] اس سے مقصود اس کا لازم ہے۔ یعنی جب اللہ جانتا ہے تو مطمئن رہو کہ اس کا اجر بھی وہ دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک دے گا۔ تمھارے انفاق کا ایک حبہ بھی اس کے حضور میں ضائع نہ ہو گا۔

[۱۶۳] اشارہ ہے ان چیزوں کی طرف جو سیدنا یعقوب علیہ السلام محض طبعی اور ذوقی عدم مناسبت یا کسی احتیاط کے باعث نہیں کھاتے تھے اور یہود نے انھیں اللہ کی حرام کردہ چیزیں قرار دے کر تورات کی محرمات کی فہرست میں شامل کر دیا تھا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

قُلْ: صَدَقَ اللّٰهُ، فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفاً، وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾
اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ، مُبٰرَكاً، وَهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾ فِيْهِ
اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ، مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ، وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِناً، وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ
الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً، وَمَنْ كَفَرَ، فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾

باندھیں، وہی ظالم ہیں۔ کہہ دو کہ اللہ نے سچ فرمایا ہے، اِس لیے (اپنے اِن تعصّبات کو چھوڑ کر) ابراہیم کے طریقے کی پیروی کرو، جو (اسلام کے راستے پر) بالکل یک سو تھا اور مشرکوں میں سے نہیں تھا۔۹۳-۹۵

(اسی طرح قبلے کے بارے میں بھی اِنھیں اعتراض ہے۔ اِن سے کہہ دو کہ) پہلی عبادت گاہ جو لوگوں کے لیے تعمیر کی گئی، وہ یقیناً وہی ہے جو مکہ[۱۶۵] میں ہے، تمام جہان والوں کے لیے برکت اور ہدایت کے مرکز کی حیثیت سے۔ اِس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں[۱۶۶]: ابراہیم کا مسکن ہے، جو اس میں داخل ہو جائے، وہ مامون ہے اور جو لوگ وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں، اُن پر اللہ کے لیے اِس گھر کا حج ہے۔ (یہ اِس کی نشانیاں ہیں)، اور جو اِس کے بعد بھی انکار کریں تو (اُنھیں معلوم ہونا چاہیے کہ) اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔۹۶-۹۷

---

[۱۶۴] یعنی تورات میں دیکھ لو کہ اونٹ یا بعض دوسری چیزیں جنھیں تم حرام سمجھتے ہو، ان کی حرمت کا کوئی ذکر عہد ابراہیمی میں نہیں ہے۔

[۱۶۵] اس کے لیے اصل میں لفظ 'بكة' آیا ہے۔ اس کے لغوی معنی شہر کے ہیں جیسا کہ لفظ 'بعلبك' سے اس کی شہادت ملتی ہے۔ یہاں یہ لفظ جس وجہ سے آیا ہے، استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے:

> ''... یہود نے آخری بعثت کے نشانات گم کرنے کے لیے قرأت کے توڑ مروڑ یا بالفاظ قرآن 'لیّ لسان' کے ذریعے سے جو تحریفیں کی ہیں، ان کی ایک مثال یہ لفظ بھی ہے۔ اس کو یہود نے بگاڑ کر 'بکہ' کے بجائے بکاء بنا دیا اور اس کو مصدر قرار دے کر ترجمہ اس کا رونا کر دیا اور اس طرح 'وادی بکہ' کو رونے کی وادی میں تبدیل کر کے اس سب سے بڑے نشان کو گم کر دیا، جس سے خلق کو آخری نبی کے بارے میں رہنمائی مل سکتی تھی۔ اس آیت میں قرآن نے مکہ کو بکہ کے نام سے ذکر کر کے مکہ کے اس قدیم نام کی یاد دہانی کی ہے جو تورات کے صحیفوں میں تھا، بلکہ بعض صحیفوں میں اب بھی ہے، مثلاً زبور میں۔''

(تدبر قرآن ۲/۱۴۵)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قُلْ: يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ، لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ: يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ، لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ، تَبْغُوْنَهَا عِوَجاً، وَّأَنْتُمْ شُهَدَآءُ، وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾

(اِن سے) پوچھو، اے اہل کتاب، تم اللہ کی اِن آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو، دراں حالیکہ جو کچھ تم کررہے ہو، اللہ اُسے دیکھ رہا ہے؟ (اِن سے) پوچھو، اے اہل کتاب، تم اُن لوگوں کو اللہ کے راستے سے کیوں روکتے ہو جو ایمان لائے ہیں؟ تم اِس میں عیب ڈھونڈتے ہو، دراں حالیکہ تم اِس کے گواہ بنائے گئے ہو؟ (اِس پر غور کرو) اور (یاد رکھو کہ) جو کچھ تم کررہے ہو، اللہ اُس سے بے خبر نہیں ہے۔ ۹۸-۹۹

---

[۱۶۶] یعنی اس بات کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا گھر یہی ہے، اس لیے قبلہ بھی اسی کو ہونا چاہیے۔ اس کے بعد ان نشانیوں میں سے تین چیزوں کی طرف خاص اشارہ فرمایا ہے: ایک یہ کہ یہ مقام ابراہیم ہے، دوسری یہ کہ جو اس حرم میں داخل ہو جائے، مامون ہو جاتا ہے، تیسری یہ کہ اس کا حج ہمیشہ سے ایک دینی فریضہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ یہ تینوں چیزیں عرب میں سیدنا ابراہیم کی قائم کردہ روایت کی حیثیت سے لوگوں کے اجماع اور تواتر سے ثابت تھیں اور کوئی صاحب انصاف ان کا انکار نہیں کرسکتا تھا۔ تورات میں بھی ان کے لیے ناقابل تردید شواہد موجود تھے اور اس کے پڑھنے والے اس حقیقت کی تردید نہیں کر سکتے تھے کہ سیدنا ابراہیم کے ہاتھوں جس بیت ایل کی تعمیر کا ذکر اس میں ہوا ہے، اس کا مصداق اگر کوئی ہوسکتا ہے تو بیت المقدس نہیں، بلکہ یہی مکہ کا بیت الحرام ہوسکتا ہے۔

[باقی]

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org